(صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے)

وفاتِ مسیح علیہ السلام

از

تحریرات

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود ومہدی معہود

DEATH OF JESUS CHRIST

According to Writings of the Founder of the Jama'at Ahmadiyya Haḍrat Mirza Ghulam Ahmad, the Promised Messiah and Mahdi.

Language: **Urdū**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت بانی جماعت احمدیہ اپنے زمانے کے ایک مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

’’حدیث اور میری پیشگوئیوں کا ذکر تو الگ رہا آپ تو مسلمان کہلا کر قرآن شریف سے ہی منہ پھیرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا ہے اور آپ نے اس کو زندہ قرار دے کر آسمان کے کسی حجرہ میں بٹھا رکھا ہے کیا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نہیں فرمایا۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ[1] کیا اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ مجھے وفات دینے کے بعد تو ہی ان پر رقیب تھا اور کیا ان تمام آیات پر نظر ڈالنے سے صریح طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ میں جب تک اپنی اُمت میں تھا میں ان کے اعمال کا گواہ تھا اور ان کے حالات کا علم رکھتا تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو بعد اس کے تو ہی ان کا رقیب اور محافظ تھا۔ پس کیا ان آیات کا بدیہی طور پر یہ خاص مطلب نہیں ہے کہ میری اُمت میری زندگی میں نہیں بگڑی بلکہ میری وفات کے بعد بگڑی اور بعد وفات مجھے معلوم نہیں کہ ان کا کیا حال ہوا اور کیا مذہب اختیار کیا۔ پس خدا تعالیٰ کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ اب تک زندہ ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑے گا کہ عیسائی بھی اب تک بگڑے نہیں اور سچے مذہب پر قائم ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ اپنی اُمت کا صراط مستقیم پر ہونا اپنی زندگی تک وابستہ کرتے ہیں اور اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ میں نے یہ تعلیم دی ہے کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانا کرو اور جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ جب تک میں اپنی اُمت میں تھا میں نے وہی تعلیم ان کو دی جس کی تو نے مجھے ہدایت دی تھی اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو بعد کے حالات کا مجھے کچھ علم نہیں اور ان آیات سے صاف طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ورنہ لازم آتا ہے کہ قیامت کے دن وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے۔ کیونکہ اگر

[1] المائدہ:۱۱۸

Folder Wafat e Masih size3.25x9 inch

وہ قیامت سے پہلے دنیا میں دوبارہ آئے ہوتے تو اس صورت میں ان کا یہ کہنا کہ مجھے کچھ علم نہیں کہ میری اُمت نے میرے بعد کیا عقیدہ اختیار کیا صریح جھوٹ ٹھہرتا ہے کیونکہ جو شخص دوبارہ دنیا میں آوے اور بچشم خود دیکھ جاوے کہ اس کی اُمت بگڑ چکی ہے اور نہ صرف ایک دن بلکہ برابر چالیس برس تک ان کے کفر کی حالت دیکھتا رہے وہ کیونکر قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے کہہ سکتا ہے کہ اپنی اُمت کی حالت سے محض بے خبر ہوں اب ظاہر ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور پھر دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے- صاف اور صریح طور پر نصوص صریحہ قرآن شریف کے برخلاف ہے- مگر پھر بھی آپ اس عقیدہ کو نہیں چھوڑتے- پس اس صورت میں آپ پر کیا افسوس کروں کہ آپ میرے صد ہا نشانوں کو دیکھ کر ان سے منکر ہوئے جاتے ہیں اور جس طرح ایک شخص کو مٹی کھانے کی عادت ہو جاتی ہے وہ باوجود پیش کئے جانے عمدہ غذاؤں کے پھر بھی مٹی کھانے کی طرف ہی رغبت کرتا ہے یہی حال آپ کا ہو رہا ہے یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حدیثوں کی رُو سے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں- صحیح بخاری جس کو آپ اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں اس میں تو صاف لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان مردہ روحوں میں دیکھا جو اس جہان سے گذر چکی ہیں بلکہ حضرت یحیٰ کے پاس جو فوت ہو چکے ہیں ان کا مقام پایا- اب بندہ خدا کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہئے- اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر قبض روح کے یونہی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے تو ان کو روحوں سے کیا تعلق تھا جو موت کے بعد دوسرے جہان میں پہنچ چکی ہیں- ان کیلئے تو کوئی علیحدہ مکان یا کمرہ چاہئے تھا جس میں جسمانی زندگی بسر کرتے نہ کہ عالم فانی کے رہنے والوں کے پاس چلے جاتے جو موت کا مزہ چکھ چکے ہیں- پس یہ کس قدر جھوٹ ہے جو آپ کے گلے کا ہار ہو رہا ہے جو ایسے شخص کو آپ زندہ قرار دیتے ہیں جو انیس سو برس سے فوت ہو چکا ہے- جب تک خدا تعالیٰ نے اس بھید کو نہیں کھولا تھا تب تک تو ہر ایک معذور تھا اب جب کہ حکم آ گیا اور حقیقت کھل گئی اور قرآن شریف کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت ہو گئی اور حدیثوں کی رو سے مردہ روحوں میں ان کی بود و باش پر گواہی مل گئی اور خدا کے قول سے اور آنحضرت ﷺ کے فعل سے یعنی رؤیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پانا بپایہ ثبوت پہنچ گیا بلکہ مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آنے والا مسیحؑ اسی اُمت میں سے ہوگا اور اس مسیحؑ نے بھی بحیثیت حَکَم ہونے کے قرآن شریف اور ان احادیث کے مطابق گواہی دی تو اب بھی نہ ماننا- بتلاؤ- یہ ایمان داری ہے یا بے ایمانی؟ پھر ایسے آدمی پر افسوس کیا کریں کہ وہ ہمارے نشانوں کو نہیں مانتا جب کہ اس نے نہ خدا کے قول کو مانا اور نہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کو قبول کیا اور نہ چاہا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اپنی غلطی کو چھوڑ دے- تو ایسا آدمی اگر میرے پر افتراء کرے تو مجھے کیوں افسوس کرنا چاہئے- ایک کی غلطی دوسرے کیلئے سند نہیں ہو سکتی اگر فیج اعوج کے زمانہ میں ایسا خیال دلوں میں ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو وہ قابل سند نہیں ہے- خیر القرون کے زمانہ میں اس خیال کا نام و نشان نہ تھا- ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر کیوں راضی ہو جاتے کہ سب انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں- اسلام میں سب سے پہلا اجماع یہی تھا کہ تمام نبی فوت ہو گئے ہیں کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو بعض صحابہؓ کا یہ بھی خیال تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے اور پھر دنیا میں واپس آئیں گے اور منافقوں کی ناک اور کان کاٹیں گے تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کو مسجد نبویؐ میں جمع کیا اور یہ آیت پڑھی- مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [1] یعنی آنحضرت ﷺ ایک نبی ہیں اور تمام انبیاء گذشتہ پہلے ان سے فوت ہو چکے ہیں- تب صحابہ جو سب کے سب موجود تھے رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ آنحضرت ﷺ بے شک فوت ہو گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ کوئی نبی بھی زندہ نہیں اور کسی نے اعتراض نہ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کے مفہوم سے باہر ہیں اور وہ اب تک زندہ ہیں اور کیا ممکن تھا کہ عاشقان رسول اللہ ﷺ اس بات پر راضی ہو سکتے کہ ان کا نبی تو چھوٹی سی عمر میں فوت ہو گیا اور عیسیٰ چھ سو برس سے زندہ چلا آتا ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا- بلکہ وہ تو اس خیال سے زندہ ہی مر جاتے پس اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سب کے سامنے یہ آیت پڑھ کر ان کو تسلی دی- مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ

[1] ال عمران:۱۴۵

الرُّسُلُ اوراس آیت نے ایسا اثر صحابہ کے دل پر کیا کہ وہ مدینہ کے بازاروں میں یہ آیت پڑھتے پھرتے تھے گویا اسی دن وہ نازل ہوئی تھی اور اسلام میں یہ اجماع تمام اجماعوں سے پہلا تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں- مگر اے مولوی صاحب! آپ کو صحابہ کے اس اجماع سے کیا غرض آپ کا مذہب تو تعصب ہے نہ کہ اسلام-

مذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے مگر آپ لوگ خوش ہیں-

رونق دیں عقائدت بردہ   دشمنان شاد دیار آزردہ

(براہین احمدیہ جلد پنجم روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ۲۸۱ تا ۲۸۵)

تفسیر آیت قرآنیہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

اصل بات تو یہ تھی کہ توریت کی رُو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے سچا نبی نہیں ہوتا اور اگر کوئی صلیب دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے اور اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا اور یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کئے گئے اور صلیب بھی دیئے گئے بعض کہتے ہیں کہ پہلے قتل کر کے پھر صلیب پر لٹکائے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے صلیب دے کر پھر ان کو قتل کیا گیا- پس ان وجوہ سے یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع روحانی کے منکر تھے اور اب تک منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ قتل کئے گئے اور صلیب دیئے گئے اس لئے ان کا خدا تعالیٰ کی طرف مومنوں کی طرح رفع نہیں ہوا یہودیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ کافر کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا مگر مومن مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور ان کے زعم میں حضرت عیسیٰؑ مصلوب ہو کر نعوذ باللہ کافر اور لعنتی ہو گئے اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے نہیں گئے یہ امر تھا جس کا قرآن شریف نے فیصلہ کرنا تھا- پس خدا تعالیٰ نے ان آیات سے جو اُوپر ذکر ہو چکی ہیں یہ فیصلہ کر دیا- چنانچہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[1] اسی فیصلہ کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ رَفع اِلَی اللّٰهِ یہودیوں اور اسلام کے عقیدہ کے موافق اس موت کو کہتے ہیں جو ایمانداری کی حالت میں ہو اور روح خدا تعالیٰ کی طرف جاوے اور قتل اور صلیب کے

[1] النساء:۱۵۹-۱۵۸

اعتقاد سے یہودیوں کا منشاء یہ تھا کہ مرنے کے وقت روح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں گئی پس یہودیوں کے دعویٰ قتل اور صلیب کا یہی جواب تھا جو خدا نے دیا اور دوسرے لفظوں میں ماحصل آیت کا یہ ہے کہ یہودی قتل اور صلیب کا عذر پیش کر کے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع نہیں ہوا اور خدا تعالیٰ جواب میں کہتا ہے کہ بلکہ عیسیٰ کی روح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع ہو گیا ہے- پس تفسیر عبارت کی یہ ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ عِنْدَ مَوْتِهٖ چونکہ رفع الی اللہ موت کے وقت ہی ہوتا ہے بلکہ ایمان کی حالت میں جو موت ہو اس کا نام رفع الی اللہ ہے پس گویا یہودی یہ کہتے تھے کہ مَاتَ عِيْسٰى كَافِرًا غَيْرَ مَرْفُوْعٍ اِلَى اللّٰهِ اور خدا تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے- بَلْ مَاتَ مُؤْمِنًا مَّرْفُوْعًا اِلَى اللّٰهِ سو بل کا لفظ اس جگہ غیر محل نہیں بلکہ عین محاورۂ زبان عرب کے مطابق ہے- یہودیوں کی یہ غلطی تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت مصلوب ہو گئے ہیں اس لئے وہ ایک غلطی سے دوسری غلطی میں پڑ گئے کہ موت کے وقت ان کے رفع الی اللّٰہ سے انکار کر دیا- لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہرگز مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے اور موت کے وقت ان کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے- پس اس طرز کلام میں کوئی اشکال نہیں اور بل کا لفظ ہرگز ان معنوں کی رُو سے غیر محل پر نہیں بلکہ جس حالت میں باتفاق یہود و اہل اسلام رفع الی اللہ کہتے ہی اس کو ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح خدا تعالیٰ کی طرف جائے تو اس صورت میں اس مقام میں کسی دوسرے معنوں کی گنجائش ہی نہیں-

اور یہ بھی یاد رہے کہ جس زمانہ کی نسبت قرآن شریف کا یہ بیان ہے کہ عیسیٰؑ مقتول اور مصلوب نہیں ہوا اسی زمانہ کی نسبت یہ بھی بیان ہے کہ اس کا مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوا ہے- پس بل کا لفظ اس جگہ اتصال زمانی کیلئے ہے نہ اتصال آنی کیلئے- پس خلاصہ مفہوم آیت کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے بلکہ طبعی موت کے بعد ان کا رفع الی اللہ ہوا جیسا کہ قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ[1] اور توفّی طبعی موت دینے کو

[1] ال عمران: ۵۶

کہتے ہیں جیسا کہ صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں یعنی تفسیر اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں لکھا ہے اِنِّیْ مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ قرآن شریف کی یہ آیت یعنی یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ تمام جھگڑے کا فیصلہ کرتی ہے کیونکہ ہمارے مخالف یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع زندگی کی حالت میں ہوا اور خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ موت کے بعد رفع ہوا- پس افسوس ہے اس قوم پر کہ جو نص صریح کتاب اللہ کے مخالف دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن شریف اور تمام پہلی کتابیں اور تمام حدیثیں بیان کر رہی ہیں کہ موت کے بعد وہی رفع ہوتا ہے جس کو رفع روحانی کہتے ہیں جو ہر ایک مومن کیلئے بعد موت ضروری ہے- بعض متعصّب اس جگہ لا جواب ہو کر کہتے ہیں کہ آیت کو اس طرح پڑھنا چاہئے کہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیْکَ گویا خدا تعالیٰ سے یہ غلطی ہوگئی کہ اس نے مُتَوَفِّیْکَ کو رَافِعُکَ پر مقدم کر دیا اور یہ فرمایا کہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ حالانکہ کہنا یہ تھا یَا عِیْسٰی اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیْکَ ہائے افسوس! تعصّب کس قدر سخت بلا ہے کہ اس کی حمایت کیلئے کتاب اللہ کی تحریف کرتے ہیں یہ عمل تحریف وہی پلید عمل ہے جس سے یہودی لعنتی کہلائے اور ان کی صورتیں مسخ کی گئیں اب یہ لوگ قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ ہیں اور اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ[1] تو ان لوگوں سے یہ امید تھی کہ بجائے آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ کے اس طرح قرآن شریف میں لکھ دیتے- کہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیْکَ مگر اس طرح کی تحریف بھی غیر ممکن تھی کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں چار وعدے فرمائے ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا- وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ- یہ چار وعدے جن پر نمبر لگا دیئے گئے اور جیسا کہ احادیث صحیحہ اور خود قرآن شریف سے ثابت ہے- وعدہ مُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جو وعدہ رفع کے بعد تھا آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پورا ہو گیا کیونکہ آپؐ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامن کو ان بے جا تہمتوں سے پاک کیا جو یہود اور نصاریٰ نے ان پر لگائی تھیں- اسی طرح یہ چوتھا وعدہ یعنی وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اسلام کے غلبہ اور شوکت سے پورا ہو گیا- پس اگر مُتَوَفِّیْکَ کے لفظ کو متاخر کیا جائے اور لفظ رَافِعُکَ اِلَیَّ مقدم کیا جائے جیسا کہ ہمارے مخالف چاہتے ہیں تو اس صورت میں فقرہ رَافِعُکَ اِلَیَّ فقرہ مُطَھِّرُکَ سے پہلے نہیں آ سکتا- کیونکہ فقرہ مُطَھِّرُکَ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے اور بموجب قول ہمارے مخالفوں کے مُتَوَفِّیْکَ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا اور اسی طرح یہ فقرہ مُتَوَفِّیْکَ وعدہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کے پہلے بھی نہیں آ سکتا کیونکہ وہ وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے اور قیامت کے دن تک اس کا دامن لمبا ہے- پس اس صورت میں توفّی کا لفظ اگر آیت کے سر پر سے اٹھا دیا جائے تو اس کو کسی دوسرے مقام میں قیامت سے پہلے رکھنے کی کوئی جگہ نہیں- سو اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے بعد مریں گے اور پہلے مرنے سے یہ ترتیب مانع ہے- اب دیکھنا چاہئے کہ قرآن شریف کی یہ کرامت ہے کہ ہمارے مخالف یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ تو ہوئے مگر قادر نہیں ہو سکے اور کوئی جگہ نظر نہیں آتی جہاں فقرہ رَافِعُکَ کو اپنے مقام سے اٹھا کر اس جگہ رکھا جائے ہر ایک جگہ کی خانہ پُری ایسے طور سے ہو چکی ہے کہ دست اندازی کی گنجائش نہیں اور دراصل یہی ایک آیت یعنی یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ طالب حق کیلئے کافی ہے- جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رفع جس پر ہمارے مخالفوں نے شور مچا رکھا ہے وہ موت کے بعد ہے نہ موت سے پہلے- کیونکہ خدا کی گواہی سے یہ بات ثابت ہے اور خدا کی گواہی کو قبول نہ کرنا ایماندار کا کام نہیں اور جب کہ بموجب نص قرآن، رفع موت کے بعد ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ وہی رفع ہے جس کا ہر ایک ایماندار کیلئے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے"-

(براہین احمدیہ جلد پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۹)

☆☆☆

[1] الحجر: ۱۰